نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے حسن سے روح کو خوبصورت بنا لینا اسلام ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍اپریل ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلامی تعلیم دو حصوں میں منقسم ہے۔ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہے اور دوسرے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہے۔

ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (التعریفات جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) یہ دونوں باتیں جن کا ذکر میں نے پہلے ایک دو فقروں میں کیا، اس چھوٹے سے فقرے میں بیان ہوئی ہیں۔اس میں ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ بندہ بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کا حصول ضروری ہے۔عرفانِ باری کے بغیر انسان مقصدِ پیدائش کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ جو بنیادی باتیں ان صفات میں ہمیں نظر آتی ہیں وہ اللہ تو اپنی ذات میں تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور ہر قسم کے نقائص اور رذائل اور کمزوریوں سے پاک اور منزہ ہے اور جو اس کی صفات ہیں انہی کے جلووں نے اس کائنات کو پیدا کیا اور ان صفات کی بنیاد ربوبیت، اس کی صفتِ رب، رحمان ہونا، رحیم ہونا اور مالک یوم الدین ہونا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ان چار (امہات الصفات جنہیں کہا جاتا ہے) صفات کا علم رکھتے ہوں اپنی اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق، تو ہم اس قابل ہوجاتے ہیں کہ ہم پر جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے متعلق ڈالی

گئی ہے وہ ہم پورا کر سکیں۔

پہلی دو صفتیں جو ہیں رب ہونا اللہ تعالیٰ کا اور رحمٰن ہونا، ان میں انتہائی وسعت ہے۔ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا۔ ہر چیز میں اس نے کچھ قوتیں اور صلاحیتیں اور طاقتیں پیدا کیں اور اصولِ تدریج کے مطابق ہر چیز کی نشوونما کے سامان پیدا کئے اور ہر چیز کو اس نے کمالِ نشوونما تک پہنچایا یا جہاں تک انسان کا تعلق ہے، پہنچانے کے سامان پیدا کئے۔

یہ جو کائنات ہے اس میں مختلف قسم کی اشیاء ہمیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً نباتات ہے۔ ان درختوں میں مثلاً آم کا درخت ہے۔ آم کا درخت ابتدا میں خدا نے جس طرح پیدا کیا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس وقت وہ اپنی گٹھلی سے پیدا ہوتا ہے۔ ہم گٹھلی لگاتے ہیں۔ اس میں سے ایک شاخ نکلتی ہے۔ پھر وہ بڑی ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے اچھے خاصے قد کو پہنچتی ہے۔ پھر اس سے پھل پیدا ہونے شروع ہوتے ہیں اور انسان کو اس نے یہ عقل اور سمجھ عطا کی کہ پیوند کر سکے، اچھے آم کے درخت کا، عام گٹھلی جو ہے اس سے جو درخت پیدا ہوا، اس کے ساتھ۔ اور اس درخت میں یہ قوت رکھی کہ وہ اس پیوند کو قبول کرے اور اپنی جو پیداوار ہے، جو اس کا نتیجہ نکلا، جو ثمر ہے اس کوشش کا، اس میں زیادہ لذت پیدا ہو۔ اور بہت سی دوسری صفات ہیں جن کی تفصیل میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں، جو پیوند کے نتیجے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کائنات میں ہیرا ہے۔ پتہ نہیں کتنے ہزار سال میں مٹی کے اجزا مختلف مدارج میں سے گزر کے ہیرا بنتے ہیں۔ اتنا لمبا زمانہ ہے اور اتنی تھوڑی تحقیق ہے اس پر کہ اس کا سمجھنا شاید ہمارے لئے مشکل ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ شاید لاکھوں، کروڑوں سال میں مٹی کے اجزا ہیرے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ میں آسان ایک اور مثال لے لیتا ہوں سمجھنے کے لئے۔ ست سلاجیت ہے۔ ایک دوائی ہے۔ پہلے سمجھتے تھے یہ پتھر کا حصہ ہے۔ اب تحقیق یہ ہوئی کہ ایک بڑی چھوٹی بوٹی ہے جس کا قد بمشکل ایک چاول کے برابر ہے اور لچن (Lichen) اس کو کہتے ہیں انگریزی میں، وہ پتھروں کے اوپر سبزسی ایک، جس طرح مخمل ہوتی ہے اس طرح تہ جم جاتی ہے مٹی کے ذروں اور اس بوٹی کی، اس میں سے پانی رِستا ہے اور اگر جس پتھر پر یہ جمی ہو، اس میں تیڑ ہو تو یہ پانی اس تیڑ میں نیچے گرتا ہے، گرتا رہتا ہے اور کئی سو سال کے بعد وہ ست سلاجیت

کے شکل اختیار کرتی ہے جو دوائی ہے، جس میں بڑی طاقت ہے، جو بہت سے فوائد اپنے اندر انسان کے لئے رکھتی ہے، جس میں اتنی گرمی ہے کہ سردیوں میں وہ منجمد پتھر کی طرح ہوتی ہے۔ گرمی میں ایک دن ایک دفعہ میرے پاس پڑی ہوئی تھی۔ خیال نہیں کیا، تو ٹین کے جس ڈبے میں تھی (کوئی ایک چوتھائی ست سلاجیت تھی اس میں) اچانک نظر پڑی تو اُبل اُبل کے وہ اپنے کناروں سے باہر گر رہی تھی۔ اتنی گرمی اس کے اندر اس گرمی کے نتیجے میں پیدا ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ کالج کے لڑکوں نے اپنے نوکر سے مذاق کیا۔ (کاغان وادی میں پھر رہے تھے) اسے بہت سی ست سلاجیت کھلا دی۔ برفانی ہواؤں میں اس نے رات کے دو بجے کھڑکی کھول کے، اپنی قمیص اتار کے جسم کو باہر کیا اور کہا مجھے تو آگ لگی ہوئی ہے میرے جسم کے اندر۔ تو انسان کے فائدے کے لئے یہ چیز پیدا ہوئی اور سینکڑوں سال میں نشوونما کے بعد اسے اس کی اپنی شکل ملی جس کے نتیجے میں انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (التعریفات جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) میں صفاتِ باری کی معرفت کے بعد پھر حسنِ سلوک انسان کے ساتھ آ جاتا ہے۔ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:۱۵۷) جس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے پیارے بندے جو ہیں ان کی رحمت نے بھی اس کائنات کی ہر شے کا احاطہ کیا ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے کو تو اس وقت چھوڑیں، ہم صرف انسان کو لیتے ہیں۔ انسان سے ان کا سلوک اتنے پیار کا اور خیر خواہی کا ہوتا ہے کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اسلام یہ ہے۔ حُسنِ اخلاق اس کے علاوہ اسلام ہے ہی نہیں۔ اس دائرے سے باہر اسلام نہیں نظر آتا، جہاں تک انسان کا انسان سے تعلق ہے۔ جہاں تک انسان کا خدا سے تعلق ہے اس وقت میرا مضمون نہیں وہ۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی جو صمد ہے جس کو ہماری عبادت کی احتیاج نہیں۔ تو حقوق کی ادائیگی پھر انسان کی طرف ہی لوٹتی ہے لیکن میں نے بتایا وہ میرا مضمون نہیں۔

اس وقت میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اچھے اخلاق، وہ اخلاق جو ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتے ہیں ان اخلاق کے حسن اور نور سے منور اور خوبصورت بنا لینا اپنے نفس اور روح کو، یہ اسلام ہے اور اس کے بغیر نہ خدا تعالیٰ کا پیار آپ حاصل کر سکتے

ہیں، نہ حقوق الانسان آپ ادا کر سکتے ہیں۔ یہ رحمت جو ہے مثلاً یہ بزدل نہیں یعنی بزدلی کے سرچشمے سے نہیں نکلتی۔ جس وقت اسلام کے دشمنوں نے اپنی حماقت کے نتیجے میں، اپنے جتھے کے گھمنڈ میں، اپنی اچھی تلواروں کو دیکھتے ہوئے سمجھا تھا کہ ہم Root Force تھے، اس مادی طاقت کے ساتھ اسلام کو مٹا دیں گے، اس وقت کمزور، نہتے Under Nourished، جن کو کھانے کو بھی پورا نہیں ملتا تھا اور جسمانی لحاظ سے کمزور تھے ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ مخالفینِ اسلام اپنے ان منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا لیکن جس وقت یہی رؤسائے مکہ اپنی تمام طاقتوں کے باوجود اور اپنے جتھے کے ہوتے ہوئے بھی اس حالت میں پہنچے کہ ان کے دماغ نے یہ فیصلہ کیا کہ آج ہم اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس لئے تلوار کو میان سے نکالنا لایعنی ہے، بے فائدہ ہے اور جس وقت انہوں نے اس حقیقت کو پہچانا کہ ہم نے اپنے وقت میں انتہائی مظالم ڈھائے مسلمان پر اور اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ ان کا شمار نہیں، آج جو بھی ہم سے سلوک کریں حق بجانب ہوں گے۔ اس طاقت کے وقت اور اس فتح کے زمانہ میں یہ اعلان لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم سب کو معاف کر دیا۔ احد کے موقع پر یہ اعلان نہیں ہوسکتا تھا یعنی اگر اعلان ہوتا تو اس کی عظمت کو اور اس کے حسن کو دنیا نہ پہچانتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محض یہ اعلان کافی نہیں تھا۔ عظمت یہ ہے کہ آپ نے کہا میں معاف کرتا ہوں اور اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں معاف کر دے۔

یہ حُسنِ اخلاق کا ایک مظاہرہ ہے۔ ہر شخص سے ہر قوم سے، دنیا کے ہر خطے سے اسلام نے پیار کیا اور حسنِ اخلاق سے ان کے دل خدا اور اس کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتے۔

محض نمازیں پڑھ لینا، محض درود بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر، محض ورد کرنا ظاہری چیز ہے۔ ہم نہیں جانتے وہ قبول ہوتی بھی ہے یا نہیں ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کا نتیجہ نکلتا بھی ہے یا نہیں نکلتا اور اگر نتیجہ نکل آئے تو سوائے اس کے کہ اچھے اخلاق پیدا ہو جائیں اور کوئی شکل ہی نہیں بنتی اس کی۔ یعنی کوئی شخص یہ کہے کہ میں خدا کو پیارا اس لئے ہوں کہ اگرچہ میں اس

کی مخلوق کے حقوق کو غصب کرنے والا ہوں لیکن اس کے سامنے گھٹنوں گر کے عاجزانہ دعائیں کرنے والا ہوں تو ہم کہیں گے کہ جھوٹے ہو تم! اگر تم خدا کو پہچانتے تو خدا کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاتے۔

ہماری تاریخ میں، جو بظاہر نیکی کی تحریک تھی، وہ دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک کی موٹی مثال ہم فقہ سے دے سکتے ہیں یعنی اس چیز میں پڑ گئے کہ وضو اس طرح کرنا ہے۔ اگر وضو کرتے ہوئے کہنی جو ہے وہ خشک رہ گئی تو اللہ تعالیٰ سزا دے گا وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں، باریکیوں میں پڑ گئے فقہاء کہلائے۔ اور دوسرا بڑا گروہ تھا وہ صوفیاء کا تھا۔ تصوف جو ہے سوائے حُسنِ اخلاق پر زور دینے کے کسی اور چیز کا نام نہیں۔ بعد میں تنزل پیدا ہوا صوفیاء کے مسلک میں بھی اور جو حقیقت تھی وہ نظر انداز ہوگئی ایک زمانہ کے بعد اور مرورِ زمانہ کے نتیجہ میں، یہ اور بات ہے لیکن سید عبدالقادر جیلانیؒ ہیں، یہ سارے بزرگ تصوف کے میدان میں جنہوں نے خدمت کی ہے اسلام کی، سینکڑوں پیدا ہوئے اور سارا زور ان کا اخلاق کے اوپر تھا اور اتنی باریکیوں میں گئے ہیں کہ انتہا نہیں۔ مثلاً زبان ہے۔ زبان کے اوپر حسن اخلاق کے لئے یہ پابندیاں لگائی ہیں۔ قول نہیں کافی، قولِ سدید ہونا چاہیئے۔ ہر وقت بولنا نہیں۔ آزادی ہے بولنے کی ویسے تو اسلام کہتا ہے بولنے کی اجازت ہے لیکن بولنے کے نتیجے میں فساد پیدا کرنے کی اجازت نہیں۔ تو ان باریکیوں میں صوفیاء گئے ہیں، ایک ایک چیز لے کے اور اس کے اوپر زور دیتے چلے گئے ہیں۔ اصل چیز تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے جو ہیں ان کو آدمی پہچاننے لگے اور عرفانِ باری (ایک محاورہ ہم نے بنالیا) حاصل ہو اور خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے تو بے شمار ہیں۔ ایک دن میں اتنے ہو جاتے ہیں کہ ساری دنیا کے انسان کے دماغ ان کو اپنے احاطہ میں نہیں لے سکتے لیکن ہر شخص اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق اپنے ماحول میں جلوے دیکھ سکتا ہے اگر وہ چاہے۔ ادھر توجہ کرنی چاہیئے کس طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار کر رہا ہے؟ قرآن کریم نے جو یہ اعلان کیا کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (المائدة:۳۳) کہ انسانی جان کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ بغیر حق کے ایک جان لینا، انسانیت کا خون کرنا ہے۔ اس کے مقابلے میں

خدا تعالیٰ کی رحمت کا جلوہ بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ اب نئی تحقیق نے یہ معلوم کیا کہ انسان اپنی روزمرہ کی معمولی زندگی میں ایک گھنٹے میں ہزاروں موتوں میں سے گزرتا اور خدا تعالیٰ اس کی جان کی حفاظت کرتا ہے۔

ان جلووں کو دیکھ کر اور خدا تعالیٰ کی اس صفت کو ملاحظہ کر کے انسان اپنی ذمہ داری کو سمجھ سکتا ہے کہ انسانی جان کی حفاظت کتنی ضروری ہے اور انسانی جان کی حفاظت ہر موقع اور ہر لحاظ سے فساد نہ کرتے ہوئے، فساد کو مٹا کر (ہزار طریقے ہیں اس کی حفاظت کے) خدا تعالیٰ کی اس صفت کا رنگ اپنی صفات کے اوپر ہم چڑھا سکتے ہیں، وہ رنگ ہمارے اندر روشن ہوسکتا ہے۔

کھانا ہے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا۔ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ (الواقعۃ:۶۵) خدا تعالیٰ کی صفات کا ایک جلوہ یا جلووں کا ایک مجموعہ، گروپ جو ہے وہ یہ ہے کہ انسانی زندگی اور بقا کے لئے خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ایک غذا پیدا کرتا ہے جو انسان کے بس کی بات نہیں۔ جس طرح میں نے بتایا انسانی جان کو ایک گھنٹے میں ہزاروں موتوں سے وہ بچاتا اور اس کی غذا کو بھی ہزاروں ہلاکتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان اپنی حماقت اور جہالت کے نتیجہ میں سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے لئے غذا پیدا کی۔ خدا کہتا ہے میرے جلووں کی پیروی کر کے، اپنی صفات میں میرا رنگ پیدا کر کے، میرا قرب حاصل کر کے، میرے فضل اور رحمت کو لے کر تم اپنی اور اپنوں کے لئے غذا پیدا کر سکتے ہو ورنہ نہیں کر سکتے۔

اور اس بات کو عملاً ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرتا رہتا ہے۔ اب گندم تیار ہے۔ ایک سال یہ ہوا ہمارے ربوہ میں کہ بالکل کٹائی کے لئے تیار تھی۔ دانہ پڑ چکا تھا بیچ میں، ذرا کچا تھا۔ دو چار دن کے اندر اس کو کاٹنا تھا زمیندار نے۔ تو ربوہ کے ماحول میں ایک چھوٹی سی بدلی آئی اور ژالہ باری شروع ہوگئی۔ کسی کھیت کو سارے کا سارا تباہ کر دیا، ایک سٹہ بھی نہیں چھوڑا اس کا۔ کسی کھیت کے، محاورہ ہے ۷۵ فیصد کی بجائے ہم کہتے ہیں، بارہ آنے تباہ کر دیئے۔ کسی کے آٹھ آنے تباہ کر دیئے۔ کسی کی چونّی تباہ کر دی۔ کسی کا آنہ تباہ کر دیا اور ساتھ کا کھیت ایسا بھی تھا جس کا ایک سٹّہ بھی نہیں تباہ ہوا۔ ایک بدلی چکر لے رہی ہے خدا کے حکم سے چھوٹی سی بدلی، اولے برسنے شروع ہو گئے۔ کہیں نشانہ ٹھیک لگ رہا ہے، کہیں نہیں لگ رہا۔ میں نے اور آپ نے انتظام کیا

تھا ان کی تباہی اور حفاظت کا یا خدا تعالیٰ نے اپنے حکم سے فرشتوں کے ذریعے سے ایسا انتظام کیا تھا؟ احمد نگر میں میری بھی زمینیں ہیں۔ وہاں کا کارندہ جو میرا تھا (بالکل مغرب سے ایک گھنٹہ پہلے یہ واقعہ ہوا) میرے پاس آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ کہنے لگا مجھے کہ آٹھ آنے گندم خراب ہوگئی ہے، تباہ ہوگئی ہے۔ مجھے بڑا غصہ چڑھا۔ میں نے کہا بڑے نالائق ہوتم۔ جو آٹھ آنے رہ گئی وہ خدا نے فضل کیا تو رہ گئی، میں اور تم تو نہیں اس کو بچا سکتے تھے۔ تو واپس جاؤ اور آدھا گھنٹہ وہاں اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ اور الحمد للہ اونچی اونچی پڑھو، پھر مجھے آکے رپورٹ دینا۔ اس کی دین ہے وہ بتاتا ہے کہ میرے اختیار میں ہے۔ میرے پر تو اس نے یہ فضل کیا کہ جب میں نے اس کا حق سمجھا اور کوئی شکوہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرے دل میں نہیں پیدا ہوا کہ یہ کیا ہوگیا۔ تو اگلی فصل میں معمول سے زیادہ پہلی فصل کا جو نقصان ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ پورا کر دیا خدا تعالیٰ نے۔

تو خدا تعالیٰ کا جب اپنے بندوں سے یہ سلوک ہے کافر و مومن کے ساتھ جہاں تک صرف دنیوی ضروریات کا تعلق ہے تو بندوں پر بھی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰه کے مطابق کہ یہ فرض عائد ہوتا ہے وہ خدا کے بندوں سے کافر اور مومن کے امتیاز کے بغیر اس قسم کا سلوک کریں۔ یہ ہے حسنِ اخلاق۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی کافر جو مسلمان نہیں کہتا اپنے آپ کو، وہ بھوکا ہو اور آپ خوش ہوں کہ وہ بھوکا ہے۔ آپ کا تو چین اٹھ جانا چاہیئے کہ خدا کا بندہ جو ہے وہ بھوکا ہے اور میں نے پیٹ بھر کے کھا لیا۔

ایک دفعہ میں نے تحریک کی تھی، اب ضمناً میں پھر کر دوں۔ جماعت احمدیہ میں جو عہدیدار ہیں اور جو اخلاص رکھتے ہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے ان کا فرض ہے کہ یہ دیکھیں کہ کوئی احمدی فرد یا خاندان رات کو بھوکا تو نہیں سوتا؟ میں نے خطبے میں اعلان کیا، وہ خطبہ چھپ گیا۔ گجرات کے ایک غیر احمدی دوست نے مجھے خط لکھا کہ آپ نے یہ کیوں کہا ہے کہ کوئی احمدی بھوکا نہ سوئے، یہ کیوں نہیں کہا کہ کوئی بھی بھوکا نہ سوئے۔ میں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ مَیں نے اس لئے نہیں کہا کہ اگر ہم یہ کریں گے تو پھر آپ کو تنگ کرنے کے لئے ایک طبقہ آ جائے گا کہ احمدیوں کے ہاتھ سے نہ لو روٹی اور نہ کھاؤ۔ تو تمہاری حفاظت کے لئے میں نے کیا ہے لیکن دل

تو میرا یہی چاہتا ہے کہ کوئی بھوکا نہ سوئے۔ دل تو میرا یہی چاہتا ہے کہ ہر انسان جو بیمار ہو گیا اس کو خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ دوا میسر آ جائے اور اسی وجہ سے ہم نے جہاں اس قسم کے حالات نہیں جیسے ہمارے ملک میں ہیں ہسپتال کھول دیئے۔ دل ہمارا چاہتا ہے کہ ہر انسان خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں کے نتیجہ میں جو علوم پیدا ہوئے ہیں اسی کے ہم نے بہت سے انٹرمیڈیٹ کالج کھول دیئے، سکول کھول دیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ افریقہ کے بہت سے ممالک ایسے ہیں جن میں ہمارے جانے سے پہلے ایک پرائمری سکول بھی نہیں تھا کسی مسلمان کا۔ اور اس وقت سینکڑوں احمدیہ سکول کہلاتے ہیں وہ۔ پرائمری سکول، مڈل سکول اور انٹرمیڈیٹ کالج کے برابر ہائر سیکنڈری سکول (انٹرمیڈیٹ کے برابر ہے ان کا معیار) کھولے۔

میں یہاں پرنسپل رہا ہوں۔ مجھے حکم تھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کہ یہ کالج تبلیغ کے لئے نہیں اس لئے ہے کہ ہماری قوم تعلیم میں بہت پیچھے ہے، ان کو تعلیم میں آگے کیا جائے۔ یونیورسٹی کہتی تھی جتنے لڑکے داخل کروان کے دس فیصد کو تم Half Fee Concession دو۔ میں نے اپنی منتظمہ سے اجازت لے کے اور ان کے علم میں لا کے، پچاس فیصد کو Full Fee Concession بھی دے دیا اور مراعات بھی دے دیں کیونکہ جماعت کی پالیسی یہ تھی اور سینکڑوں ایسے ہونہار بچے کہ جو تعلیم حاصل ہی نہیں کر سکتے تھے اگر وہ میرے پاس نہ آ جاتے، ان کو تعلیم دلوائی۔ ہر فرقے سے ان کا تعلق تھا، ہر علاقے سے ان کا تعلق تھا، ہر تعصب سے ان کا تعلق تھا میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ میں نے کہا تم مستحق ہو مالی لحاظ سے اور ذہین ہو۔ تمہارا حق بنتا ہے وہ تمہیں مل جائے گا، جہاں تک میری طاقت ہے۔

اور اس کا بڑا اچھا نتیجہ نکلا۔ یہاں تو چونکہ اور بھی کالج ہیں، نظر نہیں آتا۔ پچاس سال سے جماعت احمدیہ افریقہ میں کام کر رہی ہے۔ اب تو ہماری دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی کچھ سکول و کالج کھولے ہیں لیکن ایک وقت ایسا آیا بیچ میں افریقہ میں کوئی پڑھا لکھا افریقن ایسا نہیں تھا جس نے جماعت احمدیہ کے کالج میں یا سکول میں تعلیم نہ حاصل کی ہو۔ ایک بھی نہیں تھا۔ بڑا پیار کرنے والے ہیں یہ لوگ۔

تو حسنِ اخلاق سکھاؤ۔ یہ اسلام ہے، یہ احمدیت ہے۔ یہ سوچو ہی نہ کہ دوسرے کا تمہارے

ساتھ کیا سلوک ہے؟ یہ دیکھو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کیا چاہتے ہیں کہ تمہارا خدا کی مخلوق کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور ساری دنیا اس حسن اور نور سے منور ہو جائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم نومبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۵)